انسان جب اپنے ربّ کے حضور جھکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمتوں اور برکتوں کا وارث ہو جاتا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۵؍دسمبر ۱۹۶۹ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ غیر مطبوعہ)

☆ قرآن کریم ایک نور کی حیثیت میں نازل ہوا۔

☆ ظلمت اور ضلالت میں مکہ نے دوسرے شہروں کو بھی مات کر رکھا تھا۔

☆ جب تک تقدیر نازل نہیں ہوتی لیلۃ القدر سے فائدہ نہیں اُٹھایا جا سکتا۔

☆ پانچ بنیادی عبادات رمضان میں جمع کر دی گئی ہیں۔

☆ یہ لیلۃ القدر اصلی لیلۃ القدر کی ایک ذیلی چیز ہے۔

تشہد وتعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے سورۂ قدر کی تلاوت فرمائی۔

اِنَّـآ اَنۡـزَلۡـنٰـہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ o وَمَـآ اَدۡرٰکَ مَا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ o لَیۡـلَۃُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَھۡرٍo تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوۡحُ فِیۡھَا بِاِذۡنِ رَبِّھِمۡ مِنۡ کُلِّ اَمۡرٍ سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِo (القدر:۲ تا ۶)

اس کے بعد فرمایا:۔

قرآن کریم کی اس سورۃ میں بھی جس کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے لَیۡـلَۃُ الۡـقَـدۡرِ کا ذکر ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں یہ بھی ہے کہ ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں لَیۡـلَۃُ الۡـقَـدۡرِ کی تلاش کرو (ترمذی کتاب الصوم باب ماجاء فی لیلۃ القدر) اور ہماری اسلامی کتب میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ رمضان کے علاوہ بھی کسی زمانہ یا کسی وقت یا کسی رات (بعض دفعہ کوئی ایسا زمانہ ہوتا ہے کوئی) ایسا وقت ہوتا ہے یا کوئی ایسی رات ہوتی ہے جس میں کسی انسان کے لئے لَیۡـلَۃُ الۡقَدۡرِ ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان مختلف باتوں کی وضاحت کرتے ہوئے اور ان پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ لَیۡـلَۃُ الۡـقَـدۡرِ تین قسم کی ہے۔ایک وہ لَیۡـلَۃُ الۡـقَـدۡرِ جس میں دنیا کی طرف (اصلاح کے لئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کا نزول ہوا۔دوسری اور ایک وہ لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ہے جس کے متعلق حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسے ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو اور تیسری ایک وہ لَیۡـلَۃُ الۡـقَـدۡرِ ہے کہ جو ہر انسان کو میسر آ سکتی ہے مگر اس وقت جب اس کو ایک صاف حالت روحانی میسر آ جائے یعنی انسانی روح غیر اللہ سے کلی طور پر منقطع ہو کر آستانہ الٰہیہ پر بہہ نکلے۔ یہ صافی وقت جس میں انسان کو اللہ تعالیٰ کے حضور حقیقی معنوں میں سجدہ ریز ہونے کی توفیق ملتی ہے یہی

دراصل اس کے لئے قدر کی رات بن جاتی ہے۔

لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ کے ایک معنے لَیۡلَۃٌ کے ہیں اور دوسرے معنے قدر کے ہیں۔ لَیۡلَۃٌ عربی میں بطور مؤنث ''یَوۡمٌ'' کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے جس طرح یَوۡمٌ کے معنے محض دن کے نہیں بلکہ زمانہ کے بھی ہیں اسی طرح لَیۡلَۃٌ کے معنے محض رات کے نہیں بلکہ ان میں زمانے کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے جس طرح یَوۡمٌ کے معنے ایک خاص زمانے کے بھی ہوتے ہیں اسی طرح لَیۡلَۃٌ یعنی رات کے معنوں میں بھی ایک خاص قسم کے زمانہ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ جب یَوۡمٌ کے لفظ سے زمانے کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرتوں اور عظمتوں اور اس کے جلال اور اس کی صفات کے مختلف جلوؤں کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ نے زمین اور آسمان کو ''سِتَّةِ اَیَّامٍ'' (ھود:۸) یعنی چھ زمانوں میں زمین اور آسمان کو پیدا کیا ہے یہاں یَوۡمٌ سے مراد وہ دن نہیں جو ہر روز ہم پر طلوع ہوتا ہے بلکہ ایک زمانہ مراد ہے اور ہر چیز کی پیدائش کے لئے ایک زمانہ مقدر ہوتا ہے مثلاً بچہ کی پیدائش کے لئے نو ماہ کا زمانہ ہوتا ہے۔

اس عالمین کی یا اس کے اندر جو Galaxies (کہکشاں) ہیں ان کی پیدائش کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک بڑا لمبا زمانہ مقرر کر دیا ہے بعض سائنسدانوں کا یہ خیال ہے کہ ستاروں کے مختلف خاندان جو بے شمار ستاروں پر مشتمل ہوتے ہیں جن کو انگریزی میں Galaxy (کہکشاں) کہتے ہیں ان کا آپس میں ایسا تعلق ہے ایک مربوط تعلق پایا جاتا ہے کہ ان ستاروں کا سارے کا سارا جمگھٹا اکٹھا ایک جہت کی طرف بھی حرکت کر رہا ہے اور ساتھ والی دائیں بائیں یا اوپر نیچے جو دوسری Galaxies (کہکشاں) ہیں وہ بھی ایک خاص جہت کی طرف حرکت کر رہی ہیں اور ان کا درمیانی فاصلہ آہستہ آہستہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔

پس جس وقت دو Galaxies (کہکشاں) کے درمیان یعنی ستاروں کے ان دو خاندانوں کے درمیان جن کے افراد بے شمار ہیں اور انسان ان کو گن نہیں سکتا تو ان بے شمار ستاروں پر مشتمل دو خاندانوں کے درمیان جب اتنا فاصلہ ہو جاتا ہے کہ ستاروں کا ایک اَور خاندان وہاں سما سکے تو اللہ تعالیٰ کے امر اور حکم سے وہاں ایک اَور Galaxy (کہکشاں) پیدا ہو جاتی ہے۔ ستاروں کا ایک اور خاندان پیدا ہو جاتا ہے یہ صحیح ہے کہ اس وقت تک انسانی دماغ نے خواہ اس نے سائنس میں کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر لی ہو پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے کناروں پر ہی نگاہ ڈال سکا ہے اور جس طرح انسان

اندھیرے میں ٹٹول کر کچھ معلوم کر لیتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی خلق اور اس کی ربوبیت اور اس کے حسن واحسان کے جو جلوے اس پیدائش کائنات میں ہمیں نظر آتے ہیں ان کے متعلق جس طرح آدمی اندھیرے میں ٹٹول کر کچھ علم حاصل کر لیتا ہے انسان نے اس طرح کا کچھ علم حاصل کر لیا ہے اور جو تھوڑا بہت حاصل کیا ہے اس میں ایک چیز یہ بھی آجاتی ہے کہکشاں وغیرہ۔

پس تو یہ یَوْمٌ کا لفظ قرآن کریم کے مطالعہ کی رو سے اس زمانہ کے لئے بھی بولا جاتا ہے خواہ وہ زمانہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی خاص قدرتوں کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ ایسا زمانہ قرآن کریم کی اصطلاح میں یَوْمٌ کہلاتا ہے۔ لیکن لَيْلَةٌ کے لفظ کے معنے یوم سے کچھ مختلف ہیں کیونکہ لَيْلَةٌ یعنی رات میں اندھیروں کا تصور بھی پایا جاتا ہے رات اندھیری ہوتی ہے۔ پس اندھیروں کے تصور کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عظیم صفات کے جلووں کا تصور بھی پایا جاتا ہے اور لَيْلَةٌ اس زمانے کو کہتے ہیں جب انسان اپنے رب سے انتہائی طور پر دور ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی روشنی سے کلی طور پر محروم ہو کر اپنے لئے ظلمات پر ظلمات والے حالات پیدا کر لے۔ اندھیرا ہی اندھیرا ہو اور اسے کچھ نظر نہ آتا ہو یہاں تک کہ اس کو اپنی محرومی بھی نظر نہیں آ رہی ہوتی، اس کے دل سے اس کی محرومی کا احساس ہی مٹ جائے کیونکہ اسے اپنی بدقسمتی بھی نظر نہیں آ رہی ہوتی یہاں تک کہ اسے اپنے بداعمال بھی بداعمال نظر نہیں آ رہے ہوتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے قہر کی نگاہ جو اس وقت اس فضا تک پڑ رہی ہوتی ہے وہ بھی اس کو نظر نہیں آ رہی ہوتی (مگر یہ غضب اور یہ قہر اس کو نظر نہ آتا ہو)۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے ہر پہلو تاریک ہی تاریک ہوتا ہے یہ لَيْلَةٌ ہے جس کی طرف لیلۃ القدر میں اشارہ کیا گیا ہے اور اس کے مقابلے میں یہاں ایک تو لَيْلَةٌ سے ایک زمانہ مراد ہے جب کہ دنیا ''ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ'' (الروم:۴۲) کی مصداق بن جائے اور انسان خدا سے کلی طور پر دور ہو جائے اور کلی طور پر روبہ دنیا ہو جائے اور دنیا کے اس مردار پر اس طرح بیٹھا ہوا ہو جس طرح ایک گدھ ایک مرے ہوئے گدھے پر بیٹھی ہوتی ہے انسان اور اس کے رب کے درمیان قرب کی کوئی جھلک نظر نہ آئے۔ انسان کی یہ حالت لَيْلَةٌ سے مشابہ ہے اور اسی لَيْلَةٌ کا یہاں ذکر ہے یعنی جب ظلمات اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہیں تو اس وقت خدائے قادر اپنے قادرانہ تصرفات سے دنیا کو اپنی قدرتوں کے جلوے دکھاتا ہے اور وہ آسمان سے ایک نور کو نازل کرتا ہے۔

سب سے زیادہ اندھیری رات اور سب سے زیادہ تاریک اور فساد سے پُر زمانہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے معاً پہلے کا زمانہ تھا اور اس کے مقابلے میں انسانی آنکھ نے اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے جو نظارے دیکھے ان سے بڑھ کر پہلے کسی زمانے میں نہیں دیکھے گئے جس طرح طلوع اسلام سے قبل انسانیت پر انتہائی ظلمت اور ضلالت ایک اندھیری رات بن کر چھائی ہوئی تھی اُسی طرح انسان نے اپنی آنکھوں سے اس تیرہ و تاریک رات میں اللہ تعالیٰ کے نور کو بھی انتہائی طور پر چمکتے ہوئے نظاروں کے ساتھ دیکھا یہ وہ لیلۃ القدر ہے جس میں قرآن کریم ایک نور کی حیثیت میں نازل ہوا اور اس نے اس رات کے اندھیروں کو قیامت تک کے لئے دور کرنے کے سامان پیدا کر دیئے حضرت نبی اکرم ﷺ بھی مجسم نور تھے۔ آپؐ کی اس نورانی کیفیت نے اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے اندر جذب کیا اور یہی وہ نور ہے جو قرآن کریم کی شکل میں انسان کی ہدایت کے لئے نازل ہوا۔

پس ایک تو یہ لیلۃ القدر ہے یعنی آنحضرت ﷺ کی بعثت کا وہ زمانہ جس میں اندھیرے اور ظلمات اپنی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے اور جن کو دور کرنے کے لئے وہ انتہائی شان اور چمک رکھنے والا نور نازل ہوا ہے جسے ہم قرآن کریم بھی کہتے ہیں۔ جسے ہم محمد رسول اللہ ﷺ بھی کہتے ہیں۔

پس حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ قرآن کریم کی اور بہت سی آیات سے بھی ہمیں پتہ لگتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے جتنے بھی انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے رہے ہیں اور آپؐ کے بعد جتنے بھی مرسل اور محدثین ہوئے ہیں انہوں نے آپؐ ہی سے نور لے کر اپنے وقت کی اندھیری رات کو نورانی بنانے کی اپنے رب کی رحمت سے توفیق پائی تھی۔

بہر حال اصل لیلۃ القدر تو یہ لیلۃ القدر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کا تعلق اس قسم کا ہے کہ آسمان کی طرف سے محض ہدایت کا نازل ہو جانا انسان کے لئے کافی نہیں محض سورج کی شعاعوں کا زمین کے اوپر پہنچ جانا اور اس زمین کو روشن کر دینا انسان کے لئے کافی نہیں اُسے ایک ایسی آنکھ ملنی چاہئے کہ جس کے ذریعہ وہ اس سورج کی روشنی سے فائدہ اٹھا سکے اگر سورج کی روشنی دوپہر کے وقت جب سورج نصف النہار پر ہوتا ہے اور ہر چیز پوری طرح روشن ہوتی ہے اس وقت کسی خطہ ارض پر پڑ رہی ہو لیکن اس خطہ کے مکین اپنی آنکھوں کے نور سے محروم ہوں تو سورج بے شک چمکتا رہے ان کے اندھیرے روشنی میں نہیں بدلیں گے اس لئے اگرچہ رات بڑی اندھیری تھی ایسی اندھیری رات کہ اس سے قبل اس قسم کی

اندھیری رات کبھی نہیں آئی تھی اور بعد کی اندھیری رات کا لفظ اس لئے ہم یہاں نہیں کہہ سکتے کہ آپؐ کا زمانہ قیامت تک پھیلا ہوا ہے۔

پس یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ کوئی رات دنیا میں اتنی اندھیری نہیں تھی جتنی آنحضرت ﷺ کے دعویٰ نبوت کے وقت اندھیری تھی اور اس میں بھی شک نہیں کہ ان اندھیروں کو دور کرنے کے لئے شدت ظلمات کی مناسبت سے ایک ایسا نور آسمان سے نازل ہوا جس کی نورانیت کا پہلے زمانے مقابلہ ہی نہیں کر سکتے لیکن اس کے باوجود اس نور سے منور وہی ہوگا جسے روحانی طور پر آنکھ ملے گی، جسے روحانی طور پر آنکھ نہیں ملے گی جو روحانی طور پر اندھا ہوگا وہ دراصل روحانی لحاظ سے مُردہ ہوگا وہ اس عظیم محمدی نور سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔ اس لئے اس لیلۃ القدر کے ساتھ روحانی لیلۃ القدر کا پایا جانا لازمی تھا۔

پس اصل میں تو یہ لیلۃ القدر ہے یعنی آنحضرت ﷺ کا زمانہ، جو فساد میں، تاریکی میں اللہ تعالیٰ سے دوری میں اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا اور ان تاریکیوں کو دور کرنے کے لئے وہ نور بھی ایسا تھا کہ جو کامل اور مکمل اور جس میں ہر قسم کے فسادات کو دور کرنے کی قابلیت اور طاقت اور جس کا زمانہ قیامت تک پھیلا ہوا ہے۔ آپؐ پر اس نور کے نزول کے ساتھ ہی فساد اور تاریکیاں اور اندھیرے جو اپنی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے دور ہونے لگے مگر شروع میں صرف فائدہ انہوں نے ہی اُٹھایا جن کو اللہ کی توفیق سے دیکھنے کی آنکھیں ملیں اور جن کے ذریعہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نور کو دیکھنے کی توفیق پائی مکہ میں اس نور کا نزول شروع ہوا اور بعثت نبویؐ سے قبل مکہ معظّمہ جو اپنی ظلمت اور ضلالت میں دوسرے شہروں کو بھی مات کر رہا تھا۔ جب اس میں محمدیؐ نور کا نزول شروع ہوا تو ظلمت دلوں سے چھٹنی شروع ہوگئی تھی مکہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی پیدا ہوئے جنہیں ان کے پیدا کرنے والے ربّ نے روحانی آنکھ دے رکھی تھی اور جنہوں نے اس نور سے فائدہ اٹھایا اور اسی مکہ میں اسی شہر میں جس کے ذرّے ذرّے کو حضرت محمد ﷺ کے نور نے منور کر دیا تھا ابوجہل بھی پیدا ہوا نور تو موجود تھا لیکن ابوجہل ایسی آنکھ سے محروم رہا جو روحانی طور پر دیکھ سکتی ہے اس لئے وہ محمدیؐ نور کی تابانی کے باوجود اس سے فائدہ اٹھانے سے محروم رہا۔

پس معلوم ہوا کہ باوجود اس کے جس انتہائی فساد اور گناہ اور اللہ تعالیٰ سے دوری کے زمانہ میں جو محمدی ﷺ نور اپنے کمال کے ساتھ نازل ہوا، وہ تو نازل ہوا مگر اس کے باوجود وہی انسان اس سے فائدہ

اُٹھا سکتا ہے جس کے حق میں بھی (علاوہ دوسری تقدیر کے جس کا یہاں ذکر ہے) کہ آسمان سے ایک نور نازل ہوتا ہے جس کے بعد اور تقدیر اس فرد واحد کے حق میں آسمانوں سے جاری کی جائے اور اس شخص کو روحانی آنکھیں عطا کی جائیں تا کہ وہ اس آسمانی نور سے فائدہ اٹھا سکے جب تک یہ تقدیر نازل نہیں ہوتی کوئی فرد واحد لیلۃ القدر سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ان انوار سے اور ان برکات سے اور ان رحمتوں سے جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ دنیا کی طرف لے کر آئے ان سے وہ فائدہ نہیں اٹھا سکے گا ان سے وہ محروم رہے گا یہ محرومی صرف اس وقت دور ہوسکتی ہے جب اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرتے ہوئے اپنے قادرانہ تصرف سے اپنے بندے کے حق میں ایک نور نازل فرمائے یعنی اسے روحانی طور پر آنکھیں عطا ہوں کیونکہ جس نور میں انسان نے اپنی آنکھوں سے کام لینا ہے وہ تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا نور ہے چنانچہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر تم ان روحانی انوار اور برکات اور فیوض اور رحمتوں سے حصہ لینا چاہتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آسمان سے نازل کیا ہے تو تمہارے لئے یہ بات بڑی ہی ضروری ہے کہ تم اپنی تدبیر سے ان عبادات کو جو تمہارے لئے مقرر کی گئی ہیں انہیں ان کے انتہائی کمال تک پہنچاؤ۔ میں نے بتایا تھا کہ رمضان کا مہینہ صرف روزہ رکھنے کا مہینہ نہیں ہے بلکہ پانچ بنیادی عبادات اس ماہ میں جمع کر دی گئی ہیں اور یہ پانچوں قسم کی عبادات تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی قائم مقام ہوتی ہیں حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر تم خلوص نیت کے ساتھ اور اگر تم آفات نفس کو سمجھتے ہوئے اور اپنے نفس کو مغلوب کر کے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں اس کو قربان کر کے ان عبادات کو بجا لاتے ہوئے رمضان کے آخر میں پہنچ جاؤ گے یعنی اپنی تدبیر کو کمال تک پہنچا دو گے تو پھر تمہاری اس تدبیر کے نتیجہ اور دعا کے کمال کے وقت تم یہ امید رکھو کہ خدا تعالیٰ آسمان سے اپنی قدرت کی تاروں کو ہلائے گا اور تمہیں روحانی بصیرت اور بصارت عطا کرے گا تا کہ تم حضرت محمد ﷺ کے فیوض سے مستفیض ہوسکو۔

یہ وہ لیلۃ القدر ہے جس کا ذکر احادیث میں آتا ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں اسے تلاش کرو اللہ تعالیٰ جس پر اپنا فضل کرتا ہے۔ اسے دعا کی ایک خاص کیفیتِ دعا رات کے وقت عطا کرتا ہے بعض دفعہ دن کو بھی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کا فضل جذب ہوتا ہے اور اس کے لئے تقدیر کی تاریں ہلا دی جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ جو قادر و توانا ہے جو ہر قسم کی طاقت اور قوت کا سر چشمہ ہے وہ ایسے انسان کے لئے یہ

فیصلہ کرتا ہے کہ اس کا یہ بندہ اس کے اس طاقت اور قوت کے سرچشمے سے سیراب ہو اور اسے اس بات کی قوت عطا ہو کہ وہ آئندہ نیکیوں میں ترقی کرتا چلا جائے نہ صرف اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہی ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اسے اس بات کی جزا بھی دیتا ہے کہ اس نے محض خدا کی خاطر ہر قسم کی قربانیاں دیں اور عبادتیں بجالائیں۔

قدرت کے معنوں میں یہ ہر دو معنی پائے جاتے ہیں یعنی القدر کے معنوں میں قوت اور طاقت دونوں کا مفہوم پایا جاتا ہے لیلۃ القدر جو انفرادی حیثیت رکھتی ہے (گو یہ دوسرے معنوں میں بھی استعمال ہوتی ہے جس کا دوسروں کے ساتھ بھی تعلق ہوتا ہے جسے میں ایک اور رنگ میں بیان کر رہا ہوں) بہرحال انفرادی لیلۃ القدر میں جو قدر کا مفہوم ہے یہ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور بھی معنی ہیں اس وقت میں ان دو کو لے رہا ہوں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو اپنی طرف سے نیکی کے کام کرنے کی قوت اور طاقت عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے ایسے شخص کو نور سے فیض حاصل کرنے اور اس نور سے اسے اپنے دل اور اپنے دماغ اور اپنی روح کو منور کرنے کی توفیق عطا کرتا ہے قدر کے معنے میں قوت اور طاقت کا دینا بھی شامل ہے اور ایک قدر کے معنی بھی دیئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی طاقت سے وہ چیز پیدا کر دیتا ہے جو مناسب حال ہو جس وقت بندہ اعمال صالحہ بجالاتا یعنی اسے ایسے اعمال کی توفیق ملتی ہے جو عنداللہ مقبول ہوتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے حضور قربانی اور ایثار اور اخلاص کو پیش کرتا ہے اور اپنے اوپر خدا تعالیٰ کے لئے اور اس کی رضا کے حصول کے لئے ایک موت وارد کر لیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندے کی اس نیک نیتی اور اخلاص اور فدائیت اور ایثار کے مناسب حال ان کے لئے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ قدر یعنی قوت کے معنوں کا یہ دوسرا پہلو ہے۔

پس ایک تو ایسا شخص جسے رمضان کے آخری عشرہ میں لیلۃ القدر مل جائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے یہ طاقت اور قوت حاصل کرتا ہے کہ وہ آئندہ سارا سال نیکیوں پر ثبات قدم دکھاتا رہے اور استقامت سے کام لیتا رہے تا کہ اس کی زندگی میں نیکیوں کے بجالانے کا ایک ایسا تسلسل قائم ہو جائے جو بالآخر خاتمہ بالخیر پر منتج ہو۔

دوسرے یہ کہ ایسا شخص جسے رمضان میں لیلۃ القدر نصیب ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت بھی پاتا ہے کہ اس نے اس سے قبل جو نیک کام کئے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے قبول کر لیا اور یہ ایک بہت بڑی بشارت ہے کیونکہ انسان اپنی تدبیر یا اپنی کوشش یا اپنے مجاہدہ پر بھروسہ نہیں کر سکتا

اسے یہ معلوم نہیں کہ اس نے اپنی طرف سے اپنے ربّ کی خاطر جو دن رات تکلیف اُٹھائی۔ دنیوی نقطۂ نگاہ سے اپنے آرام کو چھوڑا، خواہشات نفسانی کو دھتکار دیا، نفس امّارہ کو لگامیں دیں، شیطان سے دور رہنے کی کوشش کی اور اپنے رب کے قریب ہونے کی ہر ممکن کوشش کی اور ہر قسم کے مجاہدے کئے لیکن یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کی تدبیر کسی ایسے کیڑے سے پاک تھی یا نہیں جو کیڑا کہ روحانی میدانوں میں تدابیر کے اندر گھس کر تدبیروں کو ناکام بنا دیتا اور لوگوں کو ہلاک کر دیتا ہے پس کسی آدمی کے بس کی یہ بات نہیں وہ جانتا ہی نہیں کیونکہ اس کا علم ناقص ہے اس کا فہم ناقص ہے اس کی کوئی صفت یا اس کی کوئی طاقت اپنے اندر کمال نہیں رکھتی۔ انسانی خوبی یا صفت یا طاقت تو ایک نسبتی چیز ہے۔ اس واسطے اپنی تدابیر پر بھروسہ کر کے انسان کا نفس خوش نہیں ہو سکتا اس کو اطمینان نہیں مل سکتا۔ اس کو نفس مطمئنہ حاصل نہیں ہو سکتا اس نفس مطمئنہ کے حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کیلئے ہر سامان پیدا کرتا ہے اور اس سے یہ کہتا ہے کہ میری راہ میں تیری پچھلی قربانیاں یا تیرے پچھلے اعمال جنہیں تو میری محبت اور پیار کا مظاہرہ کرتے ہوئے بجالایا ہے میں انہیں قبول کرتا ہوں اور میں ان کے مناسب حال تجھے جزا بھی دوں گا۔

پھر اس کے ساتھ ہی ایک دوسری بشارت یہ ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے! میں تو تیرے لئے یہ بھی چاہتا ہوں کہ تو آئندہ بھی اپنی نیکیوں پر قائم رہے لیکن چونکہ میں نے تجھے اختیار دیا ہے اس لئے تم پر جبر روا نہیں رکھا جائے گا میں نے تجھے تیرے نیک اعمال کی بہترین جزا کی بشارت دے کر اور اپنے حسن و احسان کے جلوے دکھا کر تیرے لئے اس بات کو آسان اور سہل کر دیا ہے کہ تو میری راہ میں مزید قربانیاں دیتا چلا جائے مگر شیطان تیرے ساتھ لگا ہوا ہے اس واسطے اس سے بچتے رہنا اور میں نے تجھے اس سے بچنے کی قوت دی ہے لیکن تجھ سے اختیار کو چھینا نہیں یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کو کسی نیکی کی قوت اور توفیق اور طاقت عطا کرتا ہے تو اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ اس کو جو اختیار دیا گیا تھا خواہ وہ نیکی کرے یا بدی کرے یہ اختیار اس سے چھین لیا گیا اور وہ ایک فرشتے کی طرح بن گیا حالانکہ انسان تو کبھی فرشتہ نہیں بنتا۔ انسان یا تو فرشتے سے اوپر درجہ رکھتا ہے یا فرشتے سے کم تر ہوتا ہے بہر حال انسان فرشتہ نہیں بن سکتا۔

پس اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو ایک تو یہ بشارت دی کہ میں نے تیری نیکیاں قبول کیں اور دوسرے اللہ تعالیٰ نے اس کو پہلے سے زیادہ یہ قوت دی (اگرچہ پہلے بھی اسی کی توفیق اور طاقت سے نیکیاں بجا

لانے کی سعادت نصیب ہوتی رہی) مگر اس لیلۃ القدر کے میسر آ جانے پر پہلے سے زیادہ نیکیوں کے کام کرنے کی قوت دی گئی لیکن اختیار پھر بھی بندے کے ہاتھ میں رہا۔ پھر ایسا شخص اپنی طرف سے کوشش کرتا ہے دعائیں کرنے میں لگا رہتا ہے عبادات بجالاتا ہے۔ مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی اور غم خواری سے پیش آتا ہے۔ ان کے دکھوں کو خود جھیلتا ہے اوران کے غم میں شریک ہوتا ہے غرض وہ ہر قسم کے حقوق اللہ کو بھی اور حقوق العباد کو بھی ادا کرتا ہے۔ پھر اگلا رمضان آ جاتا ہے اور وہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی عبادات بجالانے کے لئے شَدَّمِئْزَرَہ، کا مصداق بن جاتا ہے۔ پوری طرح مستعد اور تیار ہو جاتا ہے کیونکہ اس ماہ مبارک میں بہت ساری عبادتیں اکٹھی کر دی گئی ہیں وہ اپنی طرف سے رمضان کی عبادتیں بجا ''اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّمِئْزَرَهٗ وَاَحْيَا لَيْلَهٗ وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ '' (بخاری کتاب الصوم باب الْعَمَلُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ) لاتے ہوئے رمضان کے آخری عشرہ میں پہنچ جاتا ہے تو اس کا دل کہتا ہے کہ اس نے اپنی طرف سے سارے اعمال خدا کے لئے کئے لیکن وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کے اعمال قبول بھی ہو گئے یا نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے اس کے اعمال کی کسی خرابی یا بیماری یا کسی اندرونی کیڑے کی وجہ سے اس کے وہ سارے اعمال جنہیں وہ سارا سال بجالاتا رہا ہے اور جنہیں ماہ رمضان میں اور بھی زیادہ تندہی اور مستعدی کے ساتھ بجالایا وہ عنداللہ مقبول نہ ہوں چنانچہ پھر وہ سال نو کی ایک نئی لیلۃ القدر کی تلاش میں رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں تہجد کے ساتھ خود بھی جاگتا اور اپنے اہل کو بھی جگاتا ہے اور فدائیت کے ساتھ ان راتوں کو زندہ رکھتا ہے پھر اگر اللہ تعالیٰ فضل کرے تو اسے اس قسم کی دونوں قدرتوں یا قدرت کے دونوں پہلوؤں کے حسین جلوے دکھائی دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندے! میں تجھے یہاں طاقت دینے کے لحاظ سے کھڑا نہیں رہنے دوں گا بلکہ میں تجھے پہلے سے بڑھ کر نیکیاں بجالانے کی توفیق عطا کروں گا لیکن میں نے وہ اختیار تجھ سے نہیں چھینا اس لئے شیطان سے ہوشیار رہ کر اپنا اگلا سال گذارنا پھر اسی طرح انسان کی زندگی کے سارے سال گذرتے رہتے ہیں۔

پس اصل بات یہی ہے کہ وہ گھڑی خواہ وہ ایک سیکنڈ کی ہو یا ایک گھنٹے کی یا ایک رات کی ہو جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو یہ بشارت ملتی ہے کہ میں نے تیری نیکیوں کو قبول کیا اور میں نے پہلے سے بھی زیادہ نیکیاں کرنے کی تجھے توفیق عطا کی۔ ایسی گھڑی ساری عمر سے بڑی ہے خواہ وہ عمر تر اسی

سال چار ماہ کی ہی کیوں نہ ہو۔اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے زیادہ بزرگی والی زیادہ عزت والی، زیادہ فائدہ والی اور زیادہ خیر والی ہے۔ تراسی، اسّی سال کی ایسی تدبیر جو قبولیت حاصل نہیں کر سکتی۔ ایسا مجاہدہ جو رد کر دیا جاتا ہے ایسی دعائیں جو واپس منہ پر ماردی جاتی ہیں ان کے مقابلہ میں پیار کی ایک گھڑی جس میں انسان اپنے خدائے قادر کی محبت کو دیکھتا ہے ایسی گھڑی کہیں زیادہ خیر اور برکت والی ہوتی ہے۔ انسان رمضان کے آخری عشرہ میں اسی مبارک گھڑی کی تلاش میں لگا رہتا ہے اور اپنے ربّ پر پوری طرح حسن ظن رکھتا ہے بہت سے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کی غفلتوں پر اللہ تعالیٰ کی مغفرت پردہ ڈال دیتی ہے اور جن کے کام اور اعمال مقبول ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فیض کو وہ حاصل کرتے ہیں مگر یہ لیلۃ القدر یعنی مبارک گھڑی اصل لیلۃ القدر کی ایک ذیلی چیز یا بطور ضمیمہ کے ہے۔

میں نے بتایا تھا کہ اگر چہ ظلمات اور اندھیرے اور تاریکیاں اور گناہ اور فساد آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اپنی انتہا کو پہنچ گئے تھے اور وہ زمانہ ایک ایسی تاریک رات کے مشابہ تھا کہ جس سے زیادہ تاریک رات کسی انسان نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی مگر یہ بھی صحیح ہے کہ اس تاریک ترین زمانہ میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی۔ اس تاریک ترین رات میں وہ انتہائی طور پر چمکتا ہوا اور فیوض سے بھرا ہوا اور رحمتوں سے پرنور آسمان سے نازل ہوا کہ جس کے فیوض اور روحانی تاثیرات نے قیامت تک اثر کرنا تھا۔ یہ تو درست ہے لیکن اس کے نتیجہ میں ہر انسان کے لئے خوشحالی کا زمانہ پیدا نہیں کیا گیا۔ بلکہ ہر انسان کو یہی کہا گیا ہے کہ اسے اپنے لئے خوشحالی کا زمانہ خدا تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنے کے بعد خود پیدا کرنا ہوگا البتہ اللہ تعالیٰ نے اس کے حصول کے لئے انفرادی طور پر ہمارے لئے لیلۃ القدر کی قسم کی چیزیں بنا دی ہیں اور فرمایا ہے کہ کبھی تم لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرنا اور کبھی تم ہماری یہ لیلۃ القدر جس میں ہماری قدرت کے ہر دو جلوے ظہور پذیر ہوتے ہیں ایسے وقت میں دیکھو گے جب رمضان نہیں ہوگا بلکہ اس کے علاوہ کسی دوسرے وقت میں تمہارے لئے ایک بالکل مصفّٰی اور اصفٰی کیفیت روحانی اور کیفیت قلبی پیدا کر دی جائے گی اور اس اصفٰی کیفیت میں تم اپنے ربّ کے پیار کو دیکھو گے، وہ رمضان کا مہینہ ہوگا یا رمضان کے بعد کے چھ ماہ کا وقت ہوگا۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تمہارے لئے وہ لیلۃ القدر مقدر کر دی جائے گی۔

دراصل انسان کو یہ اصفٰی روحانی کیفیت اسی وقت نصیب ہوتی ہے جب وہ اپنی اندرونی لیلۃ القدر کا احساس پیدا کر لیتا ہے یعنی جب وہ اپنے نفس کی آفات کو پہچان لیتا ہے اور اس یقین پر کھڑا ہوتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نور کو کیسے حاصل کروں گا کیونکہ میرے نفس کا تو ہر پہلو تاریک ہے میرے نفس کا تو ہر پہلو فساد سے پُر اور گند سے بھرا ہوا ہے۔ اس گند اور تاریکی اور فساد کے نتیجہ میں مجھے شیطان کا وصال تو مل سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا قرب نہیں مل سکتا۔ جب انسان اپنے نفس کے اندرونہ میں انتہائی تاریکیوں کا احساس پاتا ہے اس وقت وہ تڑپ کر اپنے ربّ کے حضور جھکتا اور عرض کرتا ہے کہ اے خدا! میں اپنے طور پر تو تیرے پاس نہیں پہنچ سکتا اپنا ہاتھ آگے بڑھا اور میرے ہاتھ کو پکڑ اور مجھے اپنے سینہ سے لگا لے۔ یہ وہ اصفٰی وقت ہوتا ہے جو سارا سال کسی وقت بھی انسان کو مل سکتا ہے اور پھر اس کے بعد انسان اللہ تعالیٰ کی اتنی رحمتوں اور برکتوں کا وارث ہوتا ہے کہ دنیا اس کا اندازہ نہیں کر سکتی۔ اللہ کرے کہ جس طرح اس نے اپنی رحمت تامّہ کے نتیجہ میں انتہائی ظلمات کے اوقات میں اور انتہائی تاریک زمانے میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم جیسا نور اس دنیا پر نازل کیا وہاں ہم میں سے ہر ایک کے نصیب میں ہماری انفرادی لیلۃ القدر جو ہے وہ بھی مقدر کر دے اور یہ ہر سال آتی رہے یہاں تک کہ ہمارا انجام بخیر ہو جائے اور شیطان کا کوئی خطرہ ہمارے لئے باقی نہ رہے۔ اللّٰھم آمین۔

☆......☆......☆